بریگیڈئر (ر) ڈاکٹر اللہ بخش ملک

احیائے ملّتِ اسلامیہ علامہ ڈاکٹر محمد اقبال کی نظر میں

ملتِ اسلامیہ کا احیاء یعنی نشاۃ الثانیہ علامہ محمد اقبال کا عظیم خواب تھا جس کی جھلکیاں جا بجا ان کے شعر و نثر میں ملتی ہیں۔ اگر یہ کہا جائے کہ یہی وہ موضوع ہے جس نے اقبال کے ذہن کی تشکیل میں بنیادی کردار ادا کیا ہے تو بے جا نہ ہوگا۔

حضرت علامہ محمد اقبال نے جس ماحول میں آنکھ کھولی تھی اس میں مسلمانوں کی حالتِ زار کو بدلنے کے لیے ہمارے عظیم قومی راہنما اپنے اپنے طور پر مسلمانوں کو خوابِ غفلت سے بیدار کرنے کے لیے اپنی تمام تر توانائیاں خرچ کر رہے تھے۔ مولانا الطاف حسین حالی ہوں یا مولانا محمد علی جوہر، مولانا شوکت علی ہوں یا سر سید احمد خان، سبھی یک رُخ ہو کر سوچ رہے تھے کہ مسلمانوں کو غلامی کے طوق سے کس طرح نجات دلائی جا سکتی ہے۔

گویا مسلمانوں کی نشاۃ الثانیہ کا تصور آپ کی گھٹی میں پڑا تھا۔ حضرتِ علامہ ڈاکٹر محمد اقبال کی تمام شاعری اور نثر اسی تصور اور اس کی تکمیل کے لیے وقف نظر آتی ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ تمام عمر آپ اپنے اندر وہ صلاحیتیں پیدا کرتے رہے جو اس خواب کی تعبیر کے لیے ضروری تھیں۔ آپ نے مغربی فلسفہ پڑھا۔ مغربی تہذیب کو پرکھا۔ جدید سائنسی رجحانات کا مطالعہ کیا۔ قرآن حکیم کی روح کو سمجھا اور سنتِ رسول حضرت محمد ﷺ کی روشنی میں علمائے اسلام کے فرمودات و عقائد کا ادراک حاصل کیا۔ اسلامی تاریخ، اسلامی تصوف، فقہ اور مذہبی تحریکوں اور رجحانات کو بنظرِ دقیق دیکھا۔ مغربی ثقافت اور تہذیب کا قریب سے جائزہ لیا۔ اسلام کے خلاف بغض و عناد کے طوفان کو روکنے کے لیے سب سے پہلے فکری بنیاد تلاش کی۔ بغض و عناد کی تمام وجوہات کا کھوج لگایا اور کمر بستہ ہو کر احیائے ملتِ اسلامیہ کے لیے ایک نسخہ تجویز کیا اور یہ نسخہ آپ کے تمام تخلیقی کام کی صورت میں ہمارے پاس موجود ہے۔ تمام تر کوشش کے باوجود آپ حضرتِ علامہ ڈاکٹر محمد

Scanned by CamScanner

اقبال کے کلام سے کوئی اور موضوع تلاش نہیں کر سکتے کیونکہ بقول علامہ خودی کی طرح ''یہ بے رنگ ہے ڈوب کر رنگ میں''۔

اس کی وجہ صرف ایک ہے وہ یہ کہ آپ نے قرآن حکیم کا اس طرح مطالعہ کیا تھا کہ تمام مسائلِ زندگی کے لیے ایک مضبوط اور توانا وقوفی ڈھانچا تیار کر لیا تھا۔ یہ وقوفی ڈھانچا تخلیقی عمل میں اتنا مفید ہوا کہ ایک نیا فلسفۂ حیات ظہور پذیر ہوا۔ آپ نے فلسفہ پڑھا تو قرآنِ حکیم کے حوالے سے جانچا۔ مغربی تہذیب کے خدوخال دیکھے تو قرآنی آئینے کی رُو سے۔ شاعری کے لیے موضوعات تلاش کیے تو قرآنِ حکیم کی روشنی میں۔

یہ ممکن ہی نہیں کہ حضرتِ علامہ محمد اقبال کے فکری گلدستے کو فلسفۂ خودی کے علاوہ کسی اور نام سے تعبیر کیا جا سکے۔ اپنی قوم یعنی ملتِ اسلامیہ کے لیے ایک ایسا فکری سرمایہ عطا کیا جو اس کے تمام دکھوں کا علاج ہے۔ اجتماعی خودی کو پھر سے اجاگر کیا جائے۔ آپ سمجھتے تھے کہ مسلمانوں کی نشاۃِ ثانیہ کے لیے ایک نئی فکری اساس مہیا کی جائے۔

آپ نے مسلمانوں پر ان کے ماضی کی تابناکی عیاں کی۔ ان کے فکری جمود کو توڑا، عملی بدحالی کا محاسبہ کیا۔ یاس و حرماں سے نجات دلائی۔ اپنی قوم کی ناکامیوں کے اسباب و علل کی نشان دہی کی اور اصلاح حوال کی راہ متعین کی۔ عہد جدید کے تقاضوں کے مطابق ان موضوعات کا جائزہ لیا جن پر مغرب اپنے افکار کی برتری ثابت کیے ہوئے تھا۔ حضرت علامہ ڈاکٹر محمد اقبال نے اسلامی فکر کی تشکیلِ نَو پر سات لیکچر دے کر مغربی دنیا کے لیے چیلنج کھڑا کر دیا کہ وہ کبھی اپنے مذاہب کا مطالعہ کر کے اس میں انسانی معاملات کا انصاف پر مبنی حل تلاش کر سکیں۔ یہ چیلنج ابھی تک کسی دوسرے مذہب کے مذہبی رہنما نے قبول نہیں کیا۔ حضرت علامہ ڈاکٹر محمد اقبال کا کام ایک نشانِ راہ ہے۔

جن ذیلی موضوعات پر تفصیلاً اپنی رائے دی ہے وہ ہماری اجتماعی زندگی کے لیے ازبس ضروری ہیں۔ مثلاً توحید کا مسئلہ، زمان و مکان کا نظریہ، تقدیر کا مسئلہ، اسلامی تہذیب کے خدوخال کا اصل منبع قرآن مجید اور سائنسی اندازِ فکر اسلامی فقہ میں اجتہاد، اجماع،

Scanned by CamScanner

استحسان اور قیاس کے مسائل مسلمانوں کی زندگی میں سیاسی، ثقافتی اور قانونی شعبوں کے اندر جدیدیت کے عناصر، اسلامی قدماء میں تنازعات، انفرادی زندگی میں خودی کا مسئلہ، جسم و جان کا باہمی تعامل، عقل و دل کا دخل، علم و عشق کا فلسفہ، نظریۂ حیات کی اہمیت، تصورِ مجددیت و مہدیت، تصوف میں مافوق الفطرت ارفع مقامات اور یہ تمام ذیلی موضوعات ایک ہی اندازِ فکر سے عبارت ہیں جو حضرتِ علامہ ڈاکٹر محمد اقبال کے بنیادی تصورِ احیائے ملت کے لیے ازبس ضروری ہے۔

اس مختصر مضمون میں ذیلی موضوعات پر بحث کی گنجائش نہیں ہے۔ ہمارے لیے سب سے زیادہ اہم فرد اور معاشرہ کا صحیح تصور ہے۔ آپ نے اسلامی نظریۂ معاشرہ اور اسلامی نظریۂ خودی کے نکات کا بیان تقریباً ہر کتاب میں کیا ہے۔ مغرب زدہ مسلمانوں کو مغربی تہذیب کی فسوں کاری سے آگاہ کرتے ہیں تو ایک چیلنج کے طور پر فرماتے ہیں:

دیارِ مغرب کے رہنے والو خدا کی بستی دکاں نہیں ہے
کھرا جسے تم سمجھ رہے ہو وہ اب زرِ کم عیار ہو گا
تمہاری تہذیب اپنے خنجر سے آپ ہی خودکشی کرے گی
جو شاخِ نازک پہ آشیانہ بنے گا ناپائدار ہو گا (۱)

مغرب کی فسوں کاری کا یوں بیان فرماتے ہیں:

تدبر کی فسوں کاری سے محکم ہو نہیں سکتا
جہاں میں جس تمدن کی بنا سرمایہ داری ہے (۲)

اور ساتھ ہی مسلمانوں کو خبردار کرنے کے لیے اور جرأت، عزم و حوصلہ پیدا کرنے کے لیے فرماتے ہیں:

سفینۂ برگِ گل بنا لے گا قافلہ مورِ ناتواں کا
ہزار موجوں کی ہو کشاکش مگر یہ دریا سے پار ہو گا (۳)

Scanned by CamScanner

خود اپنے اندر کے عزم و حوصلہ کا اظہار کچھ اس طرح کرتے ہیں:

عطا ہوا ہے خس و خاکِ ایشیا مجھ کو
کہ میرے شعلے میں ہے سرکشی و بے باکی (۴)

اپنے جذبِ اندرون کا یوں اظہار فرماتے ہیں:

آبِ روانِ کبیر تیرے کنارے کوئی
دیکھ رہا ہے کسی اور زمانے کا خواب
عالمِ نو ہے ابھی پردۂ تقدیر میں
میری نگاہوں میں ہے اس کی سحر بے حجاب
پردہ اٹھا دوں اگر چہرۂ افکار سے
لا نہ سکے گا فرنگ میری نواؤں کی تاب (۵)

کچھ گلہ بھی اپنے ہم عصروں سے کرتے ہیں:

تہِ دام بھی غزل آشنا رہے طائرانِ چمن تو کیا
جو فغاں دلوں میں تڑپ رہی تھی، نوائے زیرلبی رہی
ترا جلوہ کچھ بھی تسلّی ٔ دلِ ناصبور نہ کر سکا
وہی گریۂ سحری رہا، وہی آہِ نیم شبی رہی
مرا دل اگرچہ ستم رسیدۂ زخمہائے عجم رہا
وہ شہیدِ ذوقِ وفا ہوں میں کہ نوا مری عربی رہی (۶)

خود سے سوال کرتے ہیں تو کہتے ہیں:

سوچ تو دل میں لقب ساقی کا ہے زیبا تجھے
انجمن پیاسی ہے اور پیمانہ بے صہبا ترا (۷)

جب پُراعتمادی کی لہر اٹھتی ہے تو فرماتے ہیں:

کہہ گئے ہیں شاعری جزویست از پیغمبری
ہاں سنا دے محفلِ ملت کو پیغامِ سروش (۸)

Scanned by CamScanner

اور وہ پیغام یہ ہے:

رہے گا راوی و نیل و فرات میں کب تک
ترا سفینہ کہ ہے بحرِ بے کراں کے لیے
ایک ہوں مسلم حرم کی پاسبانی کے لیے
نیل کے ساحل سے لے کر تا بخاکِ کاشغر (۹)

اپنے اس کام کا بیڑا اٹھاتے ہیں تو خدا کے حضور اور رسالت مآب حضرت محمد ﷺ سے ہدایت کے طلبگار ہوتے ہیں:

کوئی ایسی طرزِ طواف تو مجھے اے چراغِ حرم بتا
کہ ترے پتنگ کو ہو عطا ، وہی پھر سرشتِ سمندری
گلۂ جفائے وفا نما کہ حرم کا اہلِ حرم سے ہے
کسی بُت کدے میں بیاں کروں تو کہے صنم بھی ہری ہری
نہ ستیزہ گاہِ جہاں نئی ، نہ حریفِ پنجہ فگن نئے
وہی فطرتِ اسداللہی ، وہی مرحبی ، وہی عنتری
کرم اے شہِ عرب و عجم کہ کھڑے ہیں منتظرِ کرم
وہ گدا کہ تو نے عطا کیا ہے جنہیں دماغِ سکندری (۱۰)

ملتِ اسلامیہ کی سروری اور سکندری کے لیے ہے دعا حضرت محمد ﷺ کے دل کی آواز بن کر گونج گئی اور آپ نے فرمایا:

اپنی ملت پر قیاس اقوامِ مغرب سے نہ کر
خاص ہے ترکیب میں قومِ رسولِ ہاشمی
ان کی جمعیت کا ہے ملک و نسب پر انحصار
قوتِ مذہب سے مستحکم ہے جمعیت تری (۱۱)

اپنی خصوصی دعا کا ایک اور انداز بھی ملاحظہ کریں:

Scanned by CamScanner

چاک اس بلبلِ تنہا کی نوا سے دل ہوں
جاگنے والے اسی بانگِ درا سے دل ہوں
یعنی پھر زندہ نئے عہدِ وفا سے دل ہوں
پھر اسی بادۂ دیرینہ کے پیاسے دل ہوں
عجمی خم ہے تو کیا مے تو حجازی ہے مری
نغمہ ہندی ہے تو کیا لَے تو حجازی ہے مری (۱۲)

آپ کو شدت سے انتظار تھا کہ نشاۃ الثانیہ کسی عملی صورت میں نظر آئے۔ فرماتے ہیں:

کبھی اے حقیقتِ منتظر نظر آ لباسِ مجاز میں
کہ ہزاروں سجدے تڑپ رہے ہیں مری جبینِ نیاز میں
طرب آشنائے خروش ہو، تو نوا ہے محرمِ گوش ہو
وہ سرود کیا جو چھپا ہوا ہو سکوتِ پردۂ ساز میں (۱۳)

آپ نے جو تصورِ پاکستان اپنی قوم کو دیا وہ آج خدا کے فضل سے منصۂ شہود پر آ چکا ہے۔

آپ نے کیا سچ فرمایا:

کھول کر آنکھیں مرے آئینۂ گفتار میں
آنے والے دور کی دھندلی سی اِک تصویر دیکھ (۱۴)

اور پھر فرمایا:

بے خبر تو جوہرِ آئینۂ ایام ہے
تو زمانے میں خدا کا آخری پیغام ہے (۱۵)

تنبیہہ کے طور پر فرمایا:

حرف اس قوم کا بے سوزِ عمل زار و زبوں
ہو گیا پختہ عقائد سے تہی جس کا ضمیر (۱۶)

Scanned by CamScanner

ہزار چشمہ ترے سنگِ راہ سے پھوٹے
خودی میں ڈوب کے ضربِ کلیم پیدا کر (۱۷)

سبق پھر پڑھ عدالت کا، صداقت کا، شجاعت کا
لیا جائے گا تجھ سے کام دنیا کی امامت کا (۱۸)

اس معاشرے میں فرد کی اہمیت کچھ یوں بیان فرماتے ہیں:

افراد کے ہاتھوں میں ہے اقوام کی تقدیر
ہر فرد ہے ملت کے مقدر کا ستارا (۱۹)

جس قسم کا فرد علامہ ڈاکٹر محمد اقبال کے ذہن میں تھا وہ تمام فلسفیوں کی نظر سے اب اوجھل ہے۔ Self یا خودی کے موضوع پر اتنی گہرائی کسی بھی مفکر کے تصورِ خودی میں نظر نہیں آتی۔ آپ کا یہ چیلنج رہتی دنیا تک قائم رہے گا۔ انسانی طبع کے جن گوشوں کو علامہ ڈاکٹر محمد اقبال نے آشکار کیا ہے، ان کا ماخذ قرآنِ حکیم کی آیاتِ کریمہ ہیں۔ علامہ کی بصیرت نے فرد کو ایک مختلف زاویے سے دیکھا ہے:

سبّح اسم ربک الاعلی . الذی خلق فسوّٰی.
والذی قدّر و ھدٰی.

یعنی اللہ پاک نے انسان کو پیدا کیا۔ اس کی مکمل صورت گری کی۔ اس کو صاحب قدرت بنایا اور ہدایت عطا کی۔

حضرت علامہ قرآنی حوالہ جات سے ثابت کرتے ہیں کہ انسان کا اللہ تعالیٰ سے ایسا مقدس رشتہ ہے جس کی بنا پر خودی کے فلسفہ کی تشکیل کی جا سکتی ہے۔ جب اللہ تعالیٰ نے فرشتوں سے فرمایا کہ میں زمین میں خلیفہ بھیجنا چاہتا ہوں تو فرشتوں نے کہا کہ وہ فساد کرے گا۔ اللہ کریم نے کہا کہ تم نہیں جانتے۔ انسان کو تکریم دینے کی غرض سے تمام اشیاء کا علم ودیعت کر دیا۔ اس تعلق باللہ کو کوئی انسان فراموش کر سکتا ہے؟ کیا انسان کے لیے

Scanned by CamScanner

لازم نہیں کہ وہ معرفتِ الٰہی کی سعی کرتا رہے؟ حضرت علامہ ڈاکٹر محمد اقبال نے فلسفۂ خودی کے ذریعے سے اس تعلق کو گہرا کرنے کی کوشش کی ہے۔ اقبال کے ہاں اس خودی کا تصور قرآنی آیت سے ماخوذ ہے۔ خودی کا سفر اس دنیاوی زندگی سے شروع ہوتا ہے اور آئندہ زندگی کا زینہ بنتا ہے۔ آیئے خودی کے آئینے میں پوشیدہ اسرار و رموز کی جھلک دیکھتے ہیں۔ سب سے پہلے زندگی کا مقصد یعنی اس کا جوہر تلاش یوں کرتے ہیں:

حیات و موت نہیں التفات کے لائق
فقط خودی ہے خودی کی نگاہ کا مقصود (۲۰)

زندگانی ہے صدف ، قطرۂ نیساں ہے خودی
وہ صدف کیا کہ جو قطرے کو گہر کر نہ سکے
ہو اگر خود نگر و خود گر و خود گیر خودی
یہ بھی ممکن ہے کہ تو موت سے بھی مر نہ سکے (۲۱)

گراں بہا ہے تو حفظِ خودی سے ہی ورنہ
گہر میں آبِ گہر کے سوا کچھ اور نہیں (۲۲)

یہ موجِ نفس کیا ہے ، تلوار ہے
خودی کیا ہے ، تلوار کی دھار ہے
خودی کیا ہے ، رازِ درونِ حیات
خودی کیا ہے ، بیداریٔ کائنات
خودی جلوہ بدمست خلوت پسند
سمندر ہے اک بوند پانی میں بند
سفر اس کا انجام و آغاز ہے
یہی اس کی تقویم کا راز ہے
کرن چاند میں ہے شرر سنگ میں
یہ بے رنگ ہے ڈوب کر رنگ میں
خودی کا نشیمن ترے دل میں ہے
فلک جس طرح آنکھ کے تل میں ہے
بڑھے جا یہ کوہِ گراں توڑ کر
طلسمِ زمان و مکان توڑ کر
جہاں اور بھی ہیں ابھی بے نمود
کہ خالی نہیں ہے ضمیرِ وجود (۲۳)

کیوں نہ ہو۔ آپ خوب سمجھتے ہیں کہ

تری زندگی اسی سے تری آبرو اسی سے
جو رہی خودی تو شاہی نہ رہی تو روسیاہی (۲۴)

دنیا میں قوموں کی خودی کا نقشہ کچھ یوں کھینچا ہے:

خودی کی موت سے مغرب کا اندروں بے نور
خودی کی موت سے مشرق ہے مبتلائے جذام
خودی کی موت سے روحِ عرب ہے بے تب و تاب
بدن عراق و عجم کا ہے بے عروق و عظام
خودی کی موت سے ہندی شکستہ بالوں پر
قفس ہوا ہے حلال اور آشیانہ حرام
خودی کی موت سے پیرِ حرم ہوا مجبور
کہ بیچ کھائے مسلماں کا جامۂ احرام (۲۵)

حضرت علامہ ڈاکٹر محمد اقبال کے ان افکار کی روشنی میں کہا جا سکتا ہے کہ فرد اور معاشرے دونوں کے لیے خودی کا وجود ہی اصل حیات ہے۔ فرد اور معاشرے کا جو تصور آپ نے دیا ہے یہ واقعی فکری سطح پر مسلمانوں کی نشاۃ الثانیہ کے لیے ایک سنگِ میل ہے۔ دنیائے اسلام کے لیے اس سے بہتر تحفہ شاید اور کوئی نہ ہو۔ خودی کی تکمیل کا نمونہ حضور پاک ﷺ کی ذات میں دیکھتے ہیں اور خودی کا وجود تمام کائنات میں تلاش کرتے ہیں:

خودی کی جلوتوں میں مصطفائی
خودی کی خلوتوں میں کبریائی
زمین و آسمان و کرسی و عرش
خودی کی زد میں ہے ساری خدائی (۲۶)

حوالہ جات

۱۔ محمد اقبال، علامہ، ڈاکٹر، کلیات اقبال (اردو)، شیخ غلام علی اینڈ سنز، لاہور، ص ۱۴۱

۲۔ ایضاً، ص ۲۷۴

۳۔ ایضاً، ص ۱۴۱

۴۔ ایضاً، ص ۵۷۴

۵۔ ایضاً، ص ۳۹۲

۶۔ ایضاً، ص ۲۸۱

۷۔ ایضاً، ص ۱۸۴

۸۔ ایضاً، ص ۱۸۹

۹۔ ایضاً، ص ۳۴۱

۱۰۔ ایضاً، ص ۲۵۲

۱۱۔ ایضاً، ص ۲۴۸

۱۲۔ ایضاً، ص ۱۷۰

۱۳۔ ایضاً، ص ۲۸۰

۱۴۔ ایضاً، ص ۲۶۶

۱۵۔ ایضاً، ص ۱۹۲

۱۶۔ ایضاً، ص ۶۰۶

۱۷۔ ایضاً، ص ۴۶۳

۱۸۔ ایضاً، ص ۲۷۰

۱۹۔ ایضاً، ص ۶۵۷

۲۰۔ ایضاً، ص ۲۷۴

۲۱۔ ایضاً، ص ۵۳۰

۲۲۔ ایضاً، ص ۴۹۳

۲۳۔ ایضاً، ص ۳۳۹

۲۴۔ ایضاً، ص ۳۳۷

۲۵۔ ایضاً، ص ۵۴۲

۲۶۔ ایضاً، ص ۳۷۵

Scanned by CamScanner